QUARTERLY, PEER REVIEWED
al-amiR
ISSN(P): 2790-931X ISSN(E): 2790-9328
E-Mail: editor.alamir@gmail.com

تشکیل سماج کے تربیتی و عملی پہلو نبوی سماجی تصورات کے تناظر میں

Educational and practical aspects of formation society in the context of prophetic social concepts

Dr. Ghulam Farooq
Assistant Professor, Govt. Allama Iqbal Graduate College Sialkot. Email: gfnaeemi@gmail.com
Dr. Nisar Ahmad
Associate Professor, Department of Religious Studies, Forman Christian College (A Chartered University) Lahore. Email: nisarahmad@fccollege.edu.pk
https://orcid.org/0000-0001-5174-0752

Life is a process of uncovering the truth, knowing the laws of nature and building a supportive society consisting of intelligent people who develop a high moral consciousness based on the principles of morality based on the correct understanding of these laws. If a person is not clear in his goals, The highest institutions, despite having many facilities, are not able to act in a civilized manner in difficult situations. It is only a case in which man, due to knowledge and creativity endowed by nature, adapts to his circumstances. And has the ability to change the society.

Problems are an integral part of every nation and society. When people prepare future plans to solve these problems on scientific and religious basis, the society gets better and better. And this is certain. Societies always learn from their history. Unless our society takes into account the reforming aspect of the society of the Prophet, peace and blessings of God be upon him, the reformation and training of the society cannot be done properly. Worship, ethics and political science or just a few principles and laws, but a comprehensive system provides life.

Key Words: supportive society, civilized manner, peace and blessings, nature.

تمہید:

زندگی حقیقت کو منکشف کرنے، قوانین فطرت کو جاننے اور ایسے باشعور افراد پر مشتمل معاون معاشرہ تعمیر کرنے کا عمل ہے جو ان قوانین کے صحیح ادراک کی بنیاد پر اصول اخلاق پر مبنی اعلی اخلاقی شعور کو نشوونما دے۔ صحیح منزل متعین نہ ہو تو فرد اعلی ترین

ادارے، بہت زیادہ سہولیات ہونے کے باوجود مشکل حالات میں مہذب انداز میں عمل کرنے کے قابل نہیں رہتا۔ صرف ایک ایسی صورت ہے جس میں انسان علم اور فطرت کی ودیعت کردہ تخلیقی صلاحیتوں کی وجہ سے اپنے حالات اور سماج کو بدلنے کی قابلیت رکھتا ہے۔

مسائل ہر قوم اور معاشرے کا لازمی جزو ہیں جب افراد ان مسائل کو سائنسی اور مذہبی بنیادوں پر حل کرنے کے لیے مستقبل کا لائحہ عمل تیار کرتے ہیں تو سماج بہتر سے بہتر ہوتا چلا جاتا ہے۔ اور یہ بات بھی یقینی ہے کہ سماج ہمیشہ اپنی تاریخ سے سبق حاصل کرتے ہیں۔ جب تک ہمارا سماج نبوی ﷺ سماج کے اصلاحی پہلو کو مد نظر نہیں رکھے گا اس وقت تک سماج کی اصلاح و تربیت درست انداز میں نہیں کی جا سکتی۔ کیونکہ سماج نبوی ﷺ محض عبادات، اخلاقیات اور سیاسیات یا صرف چند اصول و قوانین کا نام نہیں بلکہ ایک جامع نظام زندگی فراہم کرتا ہے۔ مثال کے طور پر صرف اسلام کا عمرانی نظریہ ہی اس قدر وسیع، جامع اور ہمہ گیر ہے کہ اس کا انطباق ہر موقع و محل پر کیا جا سکتا ہے۔

اسلامی سماج کی اصلاح و تربیت کے لیے عزت نفس، مساوات، نفع رسانی، عدل و انصاف اور اسی طرح افراد کے مابین باہمی رواداری، محبت اور خیر خواہی جیسے قوانین کو اعلیٰ انسانی اوصاف کا حصہ بنا دیا ہے۔ ڈاکٹر یوسف قرضاوی کہتے ہیں:

> "اسلامی معاشرہ ایک عقیدہ اور نظریہ پر مبنی ہے۔ یہ دعوت اور نصب العین کا معاشرہ ہے لہذا یہ ضروری ہے کہ زندگی کے تمام شعبوں میں خواہ وہ روحانی و مادی ہوں یا فکری و عملی ہوں یا تعلیمی و ثقافتی ،خواہ روحانی و اجتماعی یا اقتصادی و سیاسی ہوں اس نظریہ کو عملی جامہ پہنایا جائے۔"[1]

سماج کو برائیوں سے پاک کر کے امن و سلامتی والا بنانا اور اسلامی اصول و ضوابط اور اوامر و نواہی کی بنیاد پر استوار کرنا حضرات انبیاء کرام کا فرض منصبی ٹھہرا۔ اسی فرض منصبی کے حصول کے لیے سماج کی اصلاح ہی اولین شرط قرار پائی۔ یہ اصلاح عقائد کی ہو یا عبادات کی، معاملات کی ہو یا اخلاقیات کی سیاسیات کی ہو یا کسی اور شعبہ زندگی کی۔ جن افراد نے انبیاء کرام کی تعلیمات کا انکار کیا ان کے اس رویے کو قرآن مجید میں یوں بیان کیا۔ ایک مقام پر حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کے متعلق ارشاد فرمایا: "اَلَّذِيْنَ يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ"[2] اسی طرح اللہ کے نبی حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی نافرمان قوم کے متعلق بارگاہ ایزدی میں دعا کی "قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ عَلَي الْقَوْمِ الْمُفْسِدِيْنَ"[3] اے میرے رب فسادی قوم پر میری مدد فرما۔ نبی کریم ﷺ کے زمانہ کے بعض لوگوں کا ذکر قرآن نے ان الفاظ میں فرمایا: "وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ"[4] اور جب ان کو زمین میں فساد نہ پھیلانے کے لیے کہا جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم اصلاح کرنے والے ہیں۔ اگر ان تمام آیات پر غور و فکر کرنے سے معلوم ہو گا کہ انبیاء کرام نے عقائد کی اصلاح کے بعد سب سے زیادہ توجہ اور اپنی تمام تر توانائیاں اصلاح معاشرہ کے لیے ہی وقف کیں۔

---

[1] Dr. Yusuf al-Qardavī, Islāmī Nizām key Qiyām ka Rāstah (Lahore: Maṭbūʻah Idārah Dirāsāt Islāmiyah), 10.

[2] Al-Shoʻrā', 152:

[3] Al-ʻAnkabūt, 30:

[4] Al-Baqarah, 11:

نبوی ﷺ سماج:

جہاں تک سماج کی تشکیل اور تربیت کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں ہمارے سامنے نبوی سماج کی تعلیمات موجود ہیں ان پر عمل پیرا ہو کر سماج کو مستحکم اور مضبوط بنایا جاسکتا ہے انسانی تربیت کا نبوی منہاج افراد کے عقائد و اعمال کی اصلاح ہے۔ اس سلسلے میں قرآن وسنت بہتر رہنمائی کرتے ہیں۔ اور جو افراد اور سماج قرآن وسنت کے اصولوں سے ہٹ جاتے ہیں تباہی اور بربادی اور ذلت وخواری ان کا مقدر بن جاتی ہے۔ حالانکہ انسان نے یقیناً ہر دور میں کوشش کی ہے کہ اس کی معاشرتی زندگی مستحکم رہے۔ ہم جب حیاتِ انسانی کے ارتقا پر نظر ڈالیں تو ہمیں اِس کا رُخ اجتماعیت کی طرف نظر آتا ہے۔ تاریخ انسانی نے مختلف معاشرے تشکیل دیئے اور گردشِ زمانہ نے مختلف معاشروں کو پیوند خاک بھی کیا۔ قرآن کریمنے بھی مختلف قوموں کی تباہی کا ذِکر کیا ہے۔ قومِ نوح کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: "وَاَغۡرَقۡنَا الَّذِيۡنَ كَذَّبُوۡا بِاٰيٰتِنَا"[5] ہم نے اپنی آیتیں جھٹلانے والوں کو ڈبو دیا۔ ایک جگہ ارشاد فرمایا: "اَلَمۡ يَاۡتِكُمۡ نَبَؤُا الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِكُمۡ قَوۡمِ نُوۡحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوۡدَ ۛؕ وَالَّذِيۡنَ مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ"[6] کیا تمہیں ان کی خبر پہنچی جو تم سے پہلے تھے؟ قومِ نوح، عاد اور ثمود کی اور جو لوگ ان کے بعد ہوئے۔ ہدایت کو بھلا کر متکبرانہ رویہ اختیار کرنے والے معاشروں کو پیوند خاک کیا گیا۔ چنانچہ قارون اور فرعون کے ذکر میں قرآنِ پاک میں یوں وضاحت کی گئی ہے: "وَقَارُوۡنَ وَفِرۡعَوۡنَ وَهَامٰنَ ۟ وَلَقَدۡ جَآءَهُمۡ مُّوۡسٰى بِالۡبَيِّنٰتِ فَاسۡتَكۡبَرُوۡا فِى الۡاَرۡضِ وَمَا كَانُوۡا سٰبِقِيۡنَ ۖ﴿۳۹﴾ فَكُلًّا اَخَذۡنَا بِذَنۡۢبِهٖ ۚ فَمِنۡهُمۡ مَّنۡ اَرۡسَلۡنَا عَلَيۡهِ حَاصِبًا ۚ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ اَخَذَتۡهُ الصَّيۡحَةُ ۚ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ خَسَفۡنَا بِهِ الۡاَرۡضَ ۚ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ اَغۡرَقۡنَا ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظۡلِمَهُمۡ وَلٰكِنۡ كَانُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ يَظۡلِمُوۡنَ ﴿۴۰﴾"[7] اور ہم نے قارون اور فرعون اور ہامان کو بھی ہلاک کیا اور ان کے پاس موسیٰؑ کھلی دلیلیں لے کر آئے تھے۔ پھر ان لوگوں نے زمین میں سرکشی کی اور بھاگ نہ سکے تو ہم نے ہر ایک کو اس کے گناہ کی سزا میں پکڑ لیا سو ان میں سے بعضوں پر ہم نے تند ہوا بھیجی اور ان میں سے بعض کو ہولناک آواز نے آدبایا اور ان میں سے بعض کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا اور ان میں بعض کو ڈبو دیا اور اللہ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرتا لیکن یہی لوگ اپنے اوپر ظلم کیا کرتے تھے۔ پچھلی قوموں کی تباہی پر غور کرنے کے ضمن میں فرمایا: "اَوَلَمۡ يَسِيۡرُوۡا فِى الۡاَرۡضِ فَيَنۡظُرُوۡا كَيۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيۡنَ كَانُوۡا مِنۡ قَبۡلِهِمۡ ؕ كَانُوۡا هُمۡ اَشَدَّ مِنۡهُمۡ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِى الۡاَرۡضِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوۡبِهِمۡ ؕ وَمَا كَانَ لَهُمۡ مِّنَ اللّٰهِ مِنۡ وَّاقٍ"[8] کیا وہ زمین میں چلتے پھرتے نہیں، پس دیکھئے ان کا انجام کیا ہوا جو ان سے پہلے تھے وہ قوت میں اور زمین میں نشانیاں چھوڑنے میں ان سے بڑھ کر تھے، سو اللہ نے انہیں گناہوں کی وجہ سے پکڑا اور کوئی انہیں اللہ تعالیٰ (کی سزا) سے بچانے والا نہ تھا۔

غیر اسلامی معاشروں میں تکمیل ذات کے لئے محدود مذہبی رسوم اور معاشرتی زندگی کے لئے وہ رسوم ورواجات اور اصول و ضوابط ہوتے ہیں جنہیں انسانی ذہنوں نے وقتاً فوقتاً حالات کی مجبوریوں کے تحت اور دباو کی وجہ سے ترتیب دیا ہے۔ ان معاشروں میں زندگی غیر متوازن اور عادات واطوار غیر معتدل ہوتی ہیں اور تمام انسانی معاملات میں انفرادی، طبقاتی، قومی اور نسلی خود غرضیاں رونما ہو جاتی ہیں۔ دو انسانوں کے تعلق سے لے کر قوموں کے تعلق تک کوئی رابطہ ایسا نہیں جس میں کجی نہ آگئی ہو۔

اس کے برعکس اسلامی معاشرہ ایک ایسی متوازن اور معتدل زندگی کا نام ہے جس میں انسانی عقل، رسوم ورواج اور معاشرتی آداب وحی الٰہی کی روشنی میں طے پاتے ہیں۔ یہ نظام ایسا جامع اور ہمہ گیر ہے کہ زندگی کے تمام مظاہر اور حیات کی جملہ سرگرمیاں اس

---

[5] Al-Aʿrāf, 64:

[6] Ibrāhīm, 9:

[7] Al-ʿAnkabūt, 39-40:

[8] Ghāfir, 21:

کے دائرہ میں آجاتی ہیں۔ الہام ربانی کے اصولوں کے مطابق معاشرے کی صحیح زندگی اس کا توازن ہے جہاں کہیں پر توازن میں بگڑ اواور فساد رونما ہو گیا۔ انسانوں کی معاشرتی تاریخ اصلاح و فساد، توازن و عدم توازن کی تصویر پیش کرتی ہے۔ ہر زمانے میں فساد کو مٹانے اور اصلاح پر گامزن کرنے کی کوششیں ہوتی رہی ہیں لیکن بگاڑ غالب رہا ہے تاریخ سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ انسانی اصلاح کے تھوڑے بہت نتائج بھی مرتب ہتے رہے لیکن بحیثیت مجموعی انسان کی معاشرتی زندگی میں بگاڑ غال رہا۔ چنانچہ قرآن پاک میں ہے "اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ "[9] اے آلِ داؤد شکر کرتے ہوئے عمل کرو اور میرے بندوں میں سے تھوڑے شکر گزار ہیں۔

اسی طرح قرآن پاک نے مختلف اقوام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا "وَفِرْعَوْنَ ذِي الْاَوْتَادِ ۝ الَّذِيْنَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ ۝ فَاَكْثَرُوْا فِيْهَا الْفَسَادَ "[10] اور میخوں والے فرعون کے ساتھ جنہوں نے شہروں میں سرکشی کی سوان میں بہت فساد کیا۔ چنانچہ اسی فساد کو مٹانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام و مصلحین کرام کو بھیجا، جو وقتاً فوقتاً اس فساد کو دور کرنے کے لئے اصلاحی کوشش کرتے رہے۔ اس وقت ہمارے پیش نظر یہ ہے کہ ہم اسلامی نقطہ نظر سے اصلاح معاشرہ کا تصور پیش کریں اور یہ جائزہ لیں کہ اصلاح معاشرہ کے لیے اسلام کی کیا تعلیمات ہیں اس سلسلے میں قرآن مجید کی سورۃ البقرہ میں معاشرتی فلاح و بہبود کو یوں بیان کیا گیا ہے۔"

"لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰي حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّاۗىِٕلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَاۗءِ وَالضَّرَّاۗءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝ "[11] نیکی یہ نہیں ہے کہ تم نے اپنے چہرے مشرق کی طرف کر لیے یا مغرب کی طرف، بلکہ نیکی یہ ہے کہ آدمی اللہ کو اور یوم آخر اور ملائکہ کو اور اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب اور اس کے پیغمبروں کو دل سے مانے اور اللہ کی محبت میں اپنا دل پسند مال رشتے داروں اور یتیموں پر، مسکینوں اور مسافروں پر، مدد کے لیے ہاتھ پھیلانے والوں پر اور غلاموں کی رہائی پر خرچ کرے، نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے اور نیک وہ لوگ ہیں کہ جب عہد کریں تو اُسے وفا کریں، اور تنگی و مصیبت کے وقت میں اور حق و باطل کی جنگ میں صبر کریں یہ ہیں راستباز لوگ اور یہی لوگ متقی ہیں۔

تشکیل سماج کے اصول:

معاشرتی فلاح و بہبود کے لیے قرآنی تصورات کو بطور دستور حیات بنانا از حد ضروری ہے۔ دستور حیات نے سماج کی تشکیل کے لیے ایک بنیادی اصول یہ بتایا کہ "تَعْتَدُوْا ۘ وَتَعَاوَنُوْا عَلَي الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۚ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَي الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ "[12] اور نیکی اور پرہیز گاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو اور برائی اور بدی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔

انہی اصولوں کی روشنی میں عہد رسالت، خلافت راشدہ اور مابعد میں قانونی حیثیت دے کر امت مسلمہ کی اصلاح و تربیت کے لیے لازم قرار دے دیا گیا۔ انسان کی تربیت اور اصلاح کا لازمی تقاضا ہے کہ وہ خود خوش رہے اور دوسرے کو بھی خوشی کے مواقع فراہم کرے۔ اسی طرح خود خیر و عافیت سے رہنا چاہتا ہے تو دوسروں کو عافیت سے رہنے کے مواقع فراہم کرے۔ اسلام نے روز ازل سے اس اصول

---

[9] Sabā, 13:

[10] Al-Fajr, 10-12:

[11] Al-Baqarah, 177:

[12] Al-Mā'idah, 2:

کو پسند فرمایا اور فرمایا کہ "الدین النصیحہ" دین خیر خواہی ہے، صحابہ نے عرض کیا لمن؟ (کس کے لیے) آپ ﷺ نے فرمایا: للہ و لکتابہ ولرسولہ ولا ئمۃ المسلمین و عا متھم [13]۔ یعنی اللہ پاک کے لیے، اس کی کتاب کے لیے مسلمانوں کے حکمرانوں کے لیے اور عام مسلمانوں کے لیے۔ جہاں تک باہمی خیر خواہی کا تعلق، اجر و ثواب اور اس پر اسلام کے اولیں ماننے والوں کے عمل کرنے کا سوال ہے تو اس سلسلے میں یہی ایک روایت کافی ہے جس کو امام بخاری و مسلم نے اپنی اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے۔ "عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يُسْلِمُهُ وَمَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ أَخِيهِ كَانَ اللَّهُ فِي حَاجَتِهِ وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللَّهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرُبَاتِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ"[14] مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے وہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ ہی اسے ظالم کے حوالے کرتا ہے جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی حاجت روائی میں مصروف رہے گا تو قدرت اس کی حاجت روائی کرئے گی اور جو شخص کسی مسلمان کی مشکل یا تکلیف کو کم کرے گا تو اس کے بدلے میں اللہ تعالی اس کی مشکل اور تکلیف کم کرے گا اور جو شخص کسی مسلمان کی ستر پوشی کرے گا تو اللہ قیامت کے دن اس کی ستر پوشی فرمائے گا۔ اس حدیث سے باہمی خیر خواہی اور اجر و ثواب واضح ہے جس کے اصل فوائد و اثرات قیامت کے دن ظاہر ہوں گے جب اس شخص کو رب کائنات کی طرف سے تحیتھم یوم یلقونہ سلام کی بشارت سے سرفراز فرمائے گا۔ صرف یہی نہیں بلکہ ہمارا مذہب اسلام ایک مکمل نظام حیات ہے، اس میں ہر طبقے کے متعلق ہدایات موجود ہیں کوئی طبقہ ایسا نہیں کہ جس کے بارے میں اسلام نے کوئی رہنمائی نہ کی ہو۔ اب صرف ضرورت اس بات کی ہے کہ انسان اسلام سے رہنمائی حاصل کرنے کے لئے آمادہ ہو اور اپنا تعلق اپنے حقیقی خالق و مالک سے استوار کرے اور اپنی ہر خواہش کو رب تعالیٰ کے حکم کے سامنے قربان کرے۔ کیا کبھی آپ نے سوچا کہ آخر کیوں آج ہمارے معاشرے کی حالت دگرگوں ہے، ہمارے گھر کا ماحول غیر اسلامی کیوں ہے، ہمارے خاندان کا شیرازہ کیوں بکھر رہا ہے، اور ہمارا معاشرہ اصلاح کی شاہراہ پر کیوں نہیں چل رہا؟ اس کی وجہ صرف اور صرف دین اسلام سے دوری اور اصلاح معاشرہ کے پیغمبرانہ اصولوں سے انحراف ہے، ہمارے معاشرے میں جو لوگ دیندار سمجھے جاتے ہیں وہ بھی صرف اپنی ذات کی حد تک ہیں، خود صوم و صلواۃ کے پابند ہیں، دین میں سمجھ بوجھ رکھنے کی کوشش کرتے ہیں اور گناہوں سے بچنے کا بھی اہتمام کرتے ہیں، لیکن گھر کے ماحول کو بدلنے کی کوئی فکر نہیں اور اپنے اہل خانہ کو دین کی طرف لگانے کا بھی کوئی اہتمام نہیں۔

اصلاح معاشرہ کی ذمہ داری:

اسلامی تعلیمات نے انسان پر صرف اپنی اصلاح کی ذمہ داری عائد نہیں کی، بلکہ اپنے گھر والوں کی اصلاح کی ذمہ داری بھی ڈالی ہے، اپنی اولاد، عزیز و اقارب اور اپنے خاندان کو راہ راست پر لانے کا فریضہ بھی گھر کے سربراہ پر عائد کیا ہے، خود حضرات انبیاء علیہم السلام بھی اس فریضے سے مستثنیٰ قرار نہیں دیے گئے، حتی کہ امام الانبیاء حضرت محمد مصطفی صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبوت سے سرفراز کرنے کے بعد اللہ تعالی کی طرف سے جو پہلا تبلیغی حکم دیا گیا وہ یہ تھا "وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ۝۲۱۴" [15] کہ اپنے قریبی رشتہ داروں کو اللہ کے عذاب سے ڈرایئے' عشیرہ کے معنی کنبہ اور خاندان کے ہیں یعنی تزکیر و ترہیب اپنے گھر سے شروع کریں، چنانچہ اسی حکم کی تعمیل میں جناب رسول اللہ صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے عزیز و اقارب اور اپنے خاندان کو کھانے پر جمع کیا اور خطبہ ارشاد فرمایا:

---

[13] Abū Dā'ūd, Al-Sunan, Kitāb al-Adab, Bāb Fī al-Naṣiha, Hadith No: 4944.

[14] Muhammad bin Ismā'īl Bukhārī, Al-Ṣahih, Hadith No: 2310.

[15] Al-Shoa'rā', 214:

"اے بنی عبد المطلب! مجھے اللہ کی طرف سے تمہارے حق میں کوئی اختیار نہیں، تم میرے مال میں سے جتنا چاہو مجھ سے لے لو، خدا کی قسم جو چیز میں تمہارے پاس لے کر آیا ہوں۔ مجھے عرب میں کوئی ایسا جوان معلوم نہیں جو اپنی قوم کے پاس اس سے بہتر کوئی چیز لایا ہو، میں تمہارے پاس دنیا اور آخرت کی بھلائی لایا ہوں اور مجھے اللہ نے حکم دیا ہے کہ تم کو اس کی طرف دعوت دوں، تم میں سے کون ہے جو اس کام میں میرے ہاتھ مضبوط کرے اور اس کے نتیجے میں میرا بھائی بن جائے[16] اسی طرح ایک دوسری آیت میں اللہ تعالی نے مومنین سے خطاب کے ذریعے اسی بات کی تنبیہ فرمائی چنانچہ ارشاد ہے: "يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا[17]" "اے ایمان والو! بچائو اپنے آپ کو اور اپنے اہل خانہ کو جہنم کی آگ سے" لفظ اہلیکم میں اہل و عیال جن میں بیوی، اولاد، باندیاں اور غلام سب داخل ہیں اور بعید نہیں کہ ہمہ وقتی نوکر، چاکر، خادم بھی غلام باندیوں کے حکم میں ہوں' اس آیت میں گھر کے سربراہ کو حکم دیا جارہا ہے کہ خود بھی دوزخ کے عذاب سے بچے اور جو لوگ اس کی تربیت و کفالت اور ماتحتی میں رہتے ہیں ان کو بھی عذاب سے بچائے۔ چنانچہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حضور صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم! اپنے آپ کو دوزخ سے بچانے کی فکر کی جائے یہ بات تو سمجھ میں آگئی، لیکن اہل و عیال کو کس طرح دوزخ سے بچائیں ؟، آپ صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا" اپنے اہل و عیال کو دوزخ سے بچانے کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالی نے آپ کو جن کاموں کے کرنے کا حکم دیا ہے تم بھی ان کاموں کے کرنے کا اپنے اہل و عیال کو حکم دو اور جن کاموں سے اللہ تعالی نے منع کیا ہے تم بھی ان کاموں سے اپنے اہل و عیال کو منع کر دو، یہ عمل ان کو دوزخ کی آگ سے بچا سکے گا۔ حضرات فقہائے کرام نے فرمایا ہے یہ آیت ہر انسان پر ایک فرض عائد کرتی ہے کہ وہ اپنی بیوی اور اولاد کو فرائض شرعیہ اور حلال و حرام کے احکام کی تعلیم دیں اور اس پر عمل کرانے کی عملی کوشش کرے۔ حدیث میں آتا ہے کہ حضور صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا انسان کا اپنی اولاد کو ادب سکھانا ایک صاع غلہ صدقہ کرنے سے بہتر ہے، نیز فرمایا کسی باپ نے بچے کو اچھے ادب سے بڑھ کر کوئی ہدیہ نہیں دیا۔[18] ان احادیث میں آپ صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اولاد کی تعلیم و تربیت پر کتنا زور دیا ہے۔ ان کی تعلیم و تربیت اور ادب سکھانے کو صدقہ کرنے سے افضل قرار دیا ہے۔

اسلامی معاشرے سمیت کسی بھی معاشرے کے بناو اور بگاڑ میں جس دوسرے فرد کا مرکزی کردار ہے وہ اس معاشرے کا استاد ہے استاد اگر چاہے تو وہ معاشرے کو بدل سکتا ہے، کسی بھی معاشرے کو تبدیل کرنے کے لیے اس کے نظام تعلیم کو تبدیل کرنے کے فلسفے کی بنیاد پر اہل مغرب اسلامی معاشرے کے خلاف مسلسل سازشوں میں مصروف ہیں اور اسلامی معاشرے سے استاد کا احترام اور کردار ختم کیا جارہا ہے۔ استاد کے کردار کو محدود کرنے کے لیے بڑا تکنیکی انداز استعمال کیا جارہا ہے اور کئی ایک محاذ کھول کر استاد کے مقام کو معاشرے سے ختم کرنے کی سازشیں ہو رہی ہیں، نصاب میں بڑے پیمانے پر تبدیلی کر کے استاد کو وہ کچھ پڑھانے پر مجبور کیا جارہا ہے جس کا اس معاشرے سے دور دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ ہر فرد اس بات کا ذمہ دار ہے کہ وہ اپنے معاشرہ کو ہر طرح کی خرابیوں اور گندگیوں سے پاک و صاف رکھے، ظاہری نجاست اور باطنی ہلاکت والی چیزوں کو معاشرہ سے نکال دور کرنے کی فکر کریں۔ اسلام نے مسلمانوں کو اس بات کی بطورِ خاص تعلیم دی کہ وہ اپنے گرد و پیش کا جائزہ لیتے رہیں اور جو خرابیاں در آرہی ہیں ان کے سدِ باب کی فکر

---

[16] 'Imād ud-dīn Ibn-e-Kathīr, Tafsīr (Lahore: Maktabah Islāmiyah), 351/3.

[17] Al-Tehrīm, 6.

[18] Mishkwat, Hadith No: 423.

کریں۔ جب معاشرہ کی اصلاح اور سدھار کی فکریں ہوں گی تو پھر اس کے نتیجہ میں افراد بھی پاکیزہ سانچے میں ڈھلیں گے اور نوجوان بھی بے راہ روی سے بچیں گے۔ نبی اکرم ﷺ جس وقت دنیا میں مبعوث ہوئے، وہ دور انسانیت کی تباہی کا نہایت سنگین دور تھا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالی نے فرمایا: "بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰي شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا"[19] "اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے؛ اللہ تعالی نے تمہیں اس سے نجات عطا فرمائی۔"

نبی اکرم ﷺ نے اپنی نرالی اور پیاری تعلیمات کے ذریعہ انسانوں کو تباہی کے دلدل سے نکالا اور قعرِ مذمت سے نکال اوجِ ثریا پر پہنچایا اور دنیا کے سامنے ایک ایسا پاکیزہ اور پیارا معاشرہ پیش فرمایا جس کی نظیر قیامت تک نہیں پیش کی جاسکتی اور اس معاشرہ کے افراد کو قیامت تک آنے والی انسانیت کے لئے ایک نمونہ بنادیا، کہ جن کے طریقوں پر چل کر لوگ راہِ ہدایت پاسکتے ہیں اور صلاح وفلاح سے ہم کنار ہوسکتے ہیں وہ حضرات صحابہ کرام کا پیارا معاشرہ تھا۔ اور پھر اس امت کی یہ ذمہ داری بتائی کہ: "كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ"[20] "(مسلمانو!) تم وہ بہترین امت ہو جو لوگوں کے فائدے کے لئے وجود میں لائی گئی ہے۔ تم نیکی کی تلقین کرتے ہو، برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔"

اسی طرح قرآن کریم میں مسلمانوں کے باہمی تعلقات کی بنیادی ذمہ داریوں کو بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا: "وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ اُولٰۗىِٕكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ"[21] "اور مومن مرد اور مومن عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔ وہ نیکی کی تلقین کرتے ہیں، برائی سے روکتے ہیں، اور نماز قائم کرتے ہیں، اور زکوۃ ادا کرتے ہیں، اور اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرتے ہیں۔ یہ ایسے لوگ ہیں جن کو اللہ اپنی رحمت سے نوازے گا۔ یقینا اللہ اقتدار کا مالک ہے، حکمت کا بھی مالک!" ایک جگہ ارشاد فرمایا: "اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ"[22] "یہ ایسے لوگ ہیں کہ اگر ہم انہیں زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں، اور زکوۃ ادار کریں، اور لوگوں کو نیکی کی تاکید کریں، اور برائی سے روکیں، اور تمام کاموں کا انجام اللہ ہی کے قبضے میں ہے۔"

امر بالمعروف و نہی عن المنکر:

نبی کریم ﷺ نے معاشرہ کو پاکیزہ بنانے کی ذمہ داریوں کو نبھانے کے طریقے بھی بیان فرمائے۔ ارشاد فرمایا: "من رأى منكم منكرا فليغيره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه، فإن لم يستطع فبقلبه وذلك أضعف الإيمان"[23] کہ تم میں جو شخص کوئی برائی کو ہوتا ہوئے دیکھے تو اس کو چاہیے کہ اس کو اپنے ہاتھ سے تبدیل کردے (روک دے)، اگر ہاتھ سے روکنے کی طاقت نہیں تو زبان سے اس کو بدل دے (روک دے)، اور اگر زبان سے کہنے کی بھی طاقت نہیں ہے تو اپنے دل میں اس کام کو بُرا سمجھے۔ یہ ایمان کا بہت ضعیف اور کمزور درجہ ہے۔ نبی کریم ﷺ کے مذکورہ ارشاد میں معاشرہ کو پاکیزہ بنانے اور برائیوں و منکرات سے صاف کرنے کی ایک اہم تعلیم دی گئی اور اس کے

---

[19] Al-e-Imrān, 103:

[20] Al-e-Imrān, 110:

[21] Al-Tawbah, 71:

[22] Al-Haj, 41:

[23] Muslim bin al-Hajjāj, Al-Ṣahih, Hadith No: 73.

ساتھ اس کام کو انجام دینے کا طریقہ بھی بتایا ہے۔ جب تک انسان برائیوں پر روک تھام نہیں لگائے گا اور منکرات سے باز رکھنے کی فکر و کوشش نہیں کرے گا تب تک کسی بھی معاشرہ کا پاکیزہ بننا مشکل ہے۔ برائیوں کو روکنے اور غلط کاریوں سے منع کرنے کے تین درجے ہوتے ہیں ان تینوں کو نبی کریم ﷺ نے اس حدیث میں بیان کیا۔

پہلا درجہ یہ ہے کہ اگر کسی کو اللہ تعالی نے ذمہ دار کی حیثیت دی ہے، اور اس کو ہاتھ سے روکنے کی قوت و طاقت بھی حاصل ہے تو وہ اپنی نگاہوں کے سامنے والے غلط کاموں ہوتا دیکھ کر اس کو ہاتھ سے روکے، تنبیہ کر سکتا ہے تو تنبیہ کرے۔ بسا اوقات کوئی ہاتھ سے روکنے کی قوت نہیں رکھتا تو اس کے لئے دوسرا درجہ یہ ہے کہ وہ زبان سے اس کو منع کرے، برائی کی مذمت کرے اور بچنے کی بھرپور ترغیب دے۔ آخری صورت کہ جس میں کوئی نہ ہاتھ سے روک سکتا ہے اور نہ ہی زبان سے کہنے کی قدرت رکھتا ہے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کم از کم اس برائی کو ہوتا دیکھ اپنے دل میں اس کے برا ہونے کا احساس تو پیدا کرے، اور کسی برائی کو دیکھنے کے بعد اس کے برائی ہونے کا خیال پیدا ہونا یہ ایمان کا آخری درجہ ہے، اگر کوئی برائی کو دیکھ کر نظر انداز کر دے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ایمان کی کمزوری کی علامت ہے۔ قرآن کریم میں حکم دیا گیا ہے کہ: "وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَاۗصَّةً ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝۲۵"[24] "اور ڈرو اُس وبال سے جو تم میں سے صرف ان لوگوں پر نہیں پڑے گا جنہوں نے ظلم کیا ہو گا، اور جان رکھو کہ اللہ کا عذاب بڑا سخت ہے"۔ اس آیتِ کریمہ میں ایک اہم حکم بیان فرمایا گیا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ایک مسلمان صرف یہ نہیں کہ وہ اپنی ذات کی حد تک شریعت پر عمل کر لے۔ اس کی ذمہ داری یہ بھی ہے کہ اگر معاشرہ میں کوئی برائی پھیل رہی ہے تو اپنی طاقت کی حد تک اس کو روکنے کی کوشش کرے ۔ اگر لوگ اپنے اس فریضے میں کوتاہی کریں اور اس برائی کا کوئی وبال آئے تو صرف وہ وبال ان لوگوں کی حد تک محدود نہیں رہے گا جو اس برائی میں براہ راست ملوث تھے، بلکہ جو لوگ اس برائی کا خود ارتکاب نہیں کر رہے تھے، مگر دوسروں کو اس سے روکتے بھی نہیں تھے ، وہ بھی اس وبال کا شکار ہوں گے۔[25]

قرآن کریم میں اس امت کو "خیرِ امت" کے لقب سے نوازنے کی وجہ ایک یہ بھی ہے کہ یہ لوگوں کو نیکی کی تلقین کرنے والی و برائی سے روکنے والی ہے۔ آج ہمارے معاشرہ میں جو فساد پھیلا ہوا ہے، اس کی بنیادی وجہ ہے کہ خاندان کے وہ سربراہ جو خاندان کے سیاہ و سفید کے مالک ہیں وہ جب خاندان کے افراد کو کسی گناہ میں مبتلا دیکھتے ہیں تو ان کو روکنے اور ٹوکنے کے بجائے وہ بھی ان کے ساتھ اس گناہ میں شریک ہو جاتے ہیں۔

ہمارے لیے اس دنیا کے کسی دوسرے مفکر اور مصلح فلسفی اور رہبر کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ ہمارے سامنے ہر کام کی غایت اللہ سبحانہ تعالیٰ کی رضا ہے اور اللہ نے قرآن حکیم میں واضح طور پر ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ اس کی رضا اور خوشنودی صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ہی سے حاصل ہو سکتی ہے، بلکہ اس نے ہم سے یہ بھی وعدہ کیا ہے کہ تم اللہ کے رسول کی پیروی کرو گے تو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا ذرا غور فرمایئے کسی انسان کے لیے اس سے زیادہ بڑا مرتبہ اور کیا ہو سکتا کہ خود اللہ اس سے محبت کرنے لگے۔

---

[24] Al-Anfʿāl, 25:

[25] Sanā ullah Amrat Sarī, Tawdīh ul-Qur'ān (Lahore: Maktabah Quddūsiyah), 530/1

اس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ بہتر سماج کی تشکیل کے لیے بھی ہمیں رسول کی ہی اتباع کرنا ہو گا اور آپ ہی کی بتائی ہوئی راہ پر چلنا ہو گا اور آپ کی حیات طیبہ کا مطالعہ کرنا ہو گا، ہماری خوش قسمتی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے آخری رسول کی پوری زندگی کا ریکارڈ ہمارے اسلاف نے ہمارے لیے جمع کر دیا ہے، اس کے علاوہ حضرت عائشہؓ کے بلیغ ارشاد کے مطابق خود قرآن حکیم ہی آپ کی مبارک زندگی کا سب سے زیادہ قابل اعتماد وسیلہ موجود ہے۔ سماج کی اصلاح کے سلسلے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کامیابی حاصل کی وہ دنیا کی تاریخ کا سب سے بڑا اور سب سے اہم واقعہ ہے، عرب کے باشندے مختلف ٹولیوں میں بٹے ہوئے تھے، جہالت و سرکشی نے انہیں ایسے اوصاف سے بھی محروم کر دیا تھا کہ جو تمام انسانوں کے لیے تو کیا خود ان کے لیے ہی ایک پر امن معاشرہ مہیا کرتا، ایسے معاشرے میں اللہ کے رسول پیدا ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت سے سرفراز فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ یہ کام لگایا کہ معاشرے کو برائیوں سے پاک کریں اور اس طرح اصلاح کریں کہ وہ دنیا کا مثالی معاشرہ بن جائے اور افراد معاشرہ دنیا کی بہترین افراد بن جائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اصلاح معاشرہ کے سلسلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو بنیادی اصولوں پر عمل کیا، ایک تو یہ کہ آپ نے کبھی کوئی ایسی بات نہیں کہی، جس پر آپ خود عمل نہ فرماتے ہوں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل میں کبھی تضاد نہ تھا، جو فرماتے تھے خود اس پر عمل فرماتے تھے۔ اب یہ بات واضح ہو گئی کہ اصلاح معاشرہ کی کوئی کوشش اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتی جب تک اصلاح کرنے والا خود اس پر عمل نہ کرتا ہو، یہاں یہ نکتہ بھی قابل غور ہے کہ رسول اللہ کی تعلیم اور اصلاح معاشرہ کی کوئی کوششیں ایسی بار آور ہوئیں کہ لوگوں کی کایا پلٹ گئی، لیکن آپ سے قبل سقراط، افلاطون اور ارسطو اور بیسوں دوسرے حکما اور فلسفی اور مصلحین جو وعظ نصیحت کرتے رہے اور انہوں نے فلسفہ اور عقل و دانائی کی بنیاد پر شان دار عمارتیں کھڑی کر دیں لیکن معاشرے پر ان کا کوئی اثر نہیں پڑا ایسا صرف اس لیے ہوا کہ وہ دوسروں کو تو روشنی دکھاتے رہے، لیکن خود تاریکی سے باہر نہیں آئے وہ رحم و محبت کا سبق پڑھاتے رہے، لیکن خود غریبوں پر رحم کھانے سے عاری تھے اور دشمنوں سے محبت کرنے کی عظمت سے محروم تھے۔ آج ہمارے معاشرے کا کیا حال ہے؟ آج ہم کہاں کھڑے ہیں؟ قرآن نے کہا: "وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ"[26] اپنے تئیں اپنے ہاتھوں سے ہلاکت میں نہ ڈالوں۔"

احکام الٰہی کی رو سے انسان کو اپنے تئیں ہلاکت میں ڈالنا منع ہے، مگر ہم نے اللہ اور رسول اور قرآن و سنت سے صرف نظر کر کے خود کو، اور پوری ملت پاکستانیہ کو اس راہ پر ڈالے رکھا جو صرف ہلاکت کی طرف لے جاتی ہے، جیسے جیسے وقت گزر رہا ہے ویسے ویسے معاشرے میں تبدیلی رونما ہو رہی ہے۔ ایک طرف جدید ٹیکنالوجی کا دور دورہ ہے تو دوسری جانب نوجوان نسل بگڑتی چلی جا رہی ہے۔ اس خرابی اور بگاڑ کے ذمے دار میڈیا سمیت میں اور آپ بھی ہیں۔ معاشرے کے سدھار کے لیے ہم خود سے کوئی عملی اقدام نہیں کرتے۔ دوسروں کے حق میں ہم بہترین جج اور اپنے حق میں ہم بہترین وکیل ہیں۔ دوسروں پر ہم جھٹ سے کفر، شر پسند یا فسادی ہونے کا فیصلہ سنا دیتے ہیں اور اپنی ہر چھوٹی بڑی غلطی کی ہزاروں تاویلیں، دلائل پیش کر کے اپنا دفاع کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں۔

معاشرے کی اصلاح اپنی ذات سے شروع ہوتی ہے۔ اصلاح قول سے نہیں آپ کے عمل سے ہو گی۔ سب سے پہلے خود میں بہتری لانے کی کوشش کیجیے۔ جب تک آپ خود بہتر نہیں ہوں گے آپ دوسروں کو بھی بہتر نہیں بنا سکتے۔ فرمان باری ہے کہ: "اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو آگ سے بچاؤ"۔ پہلے خود کو بچانے کا حکم دیا گیا اس کے بعد دوسروں کو بچانے کہا گیا۔ جو برائی آپ کو

[26] Al-Baqarah, 195:2.

دوسروں میں نظر آئے غور کیجیے کہیں وہ آپ میں بھی موجود تو نہیں ہے۔ اگر خدانخواستہ ہے تو پہلے اسے دور کیجیے۔ اپنی اصلاح اس لیے بھی بے حد ضروری ہے کہ بچے کی پرورش میں ماحول کا بہت عمل دخل ہوتا ہے۔ اگر آپ جھوٹ بولیں، نماز نہ پڑھیں، اللہ کے احکام کی خلاف ورزی کریں، قوانین اور ضوابط کی پاس داری نہ کریں تو آپ کبھی یہ سب کرنے کا اپنے بچے کو نہیں کہہ سکتے۔ آپ کا بچہ آپ کے نقش قدم پر چلے گا۔ بچہ آس پاس موجود افراد کی نقل و حرکت کا بغور مشاہدہ کرتا ہے پھر انہیں عمل میں لانے کی کوشش کرتا ہے۔

نبی مہربان ﷺ نے بھی دعوت اسلام اپنے گھر سے شروع کی۔ آپ ﷺ کی زوجہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہا ایمان لانے والی پہلی خاتون ہیں۔ اسلام کی تبلیغ گھر سے شروع ہوئی اور دنیا کے کونے کونے میں پھیل گئی۔ تبدیلی بتدریج آتی ہے ایسا نہیں ہوگا کہ دو دن میں آپ کو کامیابی مل جائے۔ آپ کو حوصلے، ہمت اور ثابت قدمی سے کام لینا ہوگا۔

یہ لازم نہیں کہ دیندار گھرانوں میں دیندار بچے ہی پروان چڑھیں نہ ہی یہ ضروری ہے کہ بے دین، گناہ گار، فاسق و فاجر شخص کے گھر کافر ہی پیدا ہوں۔ معاملہ اس کے برعکس بھی ہو سکتا ہے۔ اسی طرح یہ سوچنا بھی سراسر حماقت ہے کہ ہمارا حسب نسب فلاں پیغمبر یا فلاں ولی اللہ سے جا کر ملتا ہے تو وہ ہماری سفارش کر کے ہمیں جہنم سے بچالیں گے۔ حسب نسب ہمارے کسی کام نہ آئے گا۔ فرعون جیسے سرکش کی بیوی آسیہ، سیدنا موسیٰؑ کا فرعون کے گھر پرورش پانا، نوحؑ کے بیٹے کا کفر پہ مرنا، سیدنا لوطؑ کی بیوی کا نافرمان ہی رہنا، سیدنا ابراہیمؑ کے والد کا اسلام کی دولت سے محروم رہنا یہ سب اس بات کی واضح مثالیں ہیں۔

اسی طرح یہ بھی ضروری نہیں کہ ماحول، آپ کا عمل واقعی اثر انداز ہو۔ بات استعداد کی بھی ہے کہ حق بات قبول کرنے کی استعداد کس میں کتنی ہے۔ اگر کسی کی گم راہی مقدر ہو تو اسے کائنات کی کوئی طاقت ہدایت نہیں دے سکتی۔ اس کے باوجود ہمیں حق بات پر عمل کر کے دوسروں کو اپنی جانب متوجہ کرنا ہے کیوں کہ ہمارا کام کوشش کرنا ہے ہدایت دینا ہمارا کام نہیں وہ اللہ کا کام ہے۔ فرمان باری تعالیٰ بھی یہی ہے کہ: ”آپ جس کو چاہیں اسے ہدایت نہیں دے سکتے بلکہ جسے اللہ چاہے ہدایت سے نواز دیتا ہے“۔ اسی طرح آپ دوسروں پر جبراً اپنی بات مسلط کرنے کا اختیار بھی نہیں رکھتے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: ”تمہیں ان پر داروغہ بنا کر مسلط نہیں کیا گیا“۔ بلکہ تمہیں قولوا للناس حسنا کی علمی تفسیر بننا ہے۔ یعنی لوگوں سے اچھی اور بہترین بات کرو۔ کوئی آپ کی بات تسلیم کرے نہ کرے آپ عمل کرتے جائیں آپ پیچھے نہ ہٹیں۔

ہم میں سے ہر شخص کو اللہ نے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت دی ہے کسی کے پاس کم ہے کسی کے پاس زیادہ۔ اب یہ ہم پر منحصر ہے کہ ہم اس صلاحیت کو کس طرح بروئے کار لاسکتے ہیں۔ کس حد تک ہم اس کا مثبت یا منفی استعمال کر سکتے ہیں۔ معاشرے کی اصلاح کے لیے ہمیں اسی سمجھ داری، بردباری، دانش مندی سے کام لینا ہوگا ہمیں خود سمجھنا ہوگا کہ ہمارے آس پاس کا ماحول کیسا ہے۔ ہمیں اس میں خود کو کس طرح ایڈجسٹ کرنا ہے۔

نبی آخر الزماں ﷺ نے اپاہج، مسکین، یتیم، بیمار اور پریشان حال افراد کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کی اور عملی طور پر ان کے ساتھ بہتر برتاؤ کر کے تمام انسانوں کے لیے سب سے بہتر نمونہ پیش کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کا تقاضہ ہے کہ آپ کی مکمل اطاعت کی جائے، اور آپ کی سیرت پر مکمل عمل کیا جائے اسی سے دنیا میں امن و امان پیدا ہوگا اور یہ سماج اور معاشرہ خوشحال بھی بنے گا اور دنیا پیار و محبت کا گہوارہ بنے گی۔

تجاویز وسفارشات:

سماج کی فلاح وتربیت اور تشکیل کے لیے درج ذیل طریقے اپنائے جاسکتے ہیں(۱)رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی روشنی میں اصلاح معاشرہ سے متعلق مختلف واقعات خاص طور پر انسانی حقوق، امن وسکون، تحمل ورواداری اور عورتوں وبچوں کے حقوق وغیرہ سے متعلق امور اور ان سے حاصل ہونے والے نتائج اور اثرات پر جلسے، سیمینار کا انعقاد کیا جائے اور غیر مسلم بھائیوں کو بھی اس میں مدعو کیا جائے۔(۲)سماج کی اصلاح کے موضوع پر چھوٹے چھوٹے کتابچے اردو، ہندی اور انگریزی میں چھپوا کر مسلم وغیر مسلم بھائیوں تک پہونچایا جائے اور مطالعہ کے بعد منعقد کسی مجلس میں ان کو مدعو کر کے نبوی تعلیمات کی روشنی میں سماج کی اصلاح پر بولنے کا موقع دیا جائے۔(۳) سوشل سائٹس اور نیٹ ورک کا بھی استعمال کیا جائے اور اسلام کی صحیح اور سچی تعلیمات کو اس کے ذریعہ لوگوں تک پہونچایا جائے۔اگر کوئی منفی بیان ہے تو اس کا بھی جائزہ لیا جائے اور توازن، اعتدال اور مثبت اسلوب میں اس کا جواب دیا جائے۔(۴)علماء وائمہ جمعہ ودیگر مجلسوں میں اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی روشنی میں اصلاح معاشرہ پر موثر تقریریں کریں، تاکہ مسلمان اپنی زندگی کو نبوی سانچے میں ڈھالنے کی سعی کریں اور ان کے اندر داعیانہ کردار پیدا ہو سکے۔(۵)موجودہ حالات میں مدارس، مکاتب، اسکول اور مختلف اداروں کے ذمہ داروں سے بھی اپیل کرنی چاہئے کہ اصلاح معاشرہ کے موضوع پر پروگرام منعقد کریں اور طلبہ وطالبات اس موضوع پر تیاری کر کے تقریر کریں۔(٦)ملک کے مختلف جریدوں اور اخبارات ورسائل میں سماج کی اصلاح کے مختلف گوشوں پر مضامین شائع کرائیں اوررسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حوالے سے تعلیمات کے مختلف پہلوئوں کو اجاگر کریں۔بہتر ہو گا کہ وہ اصلاح معاشرہ پر خصوصی شمارہ شائع کریں، جس میں موجودہ دور کے مسائل عدم رواداری اور تشدد کی جگہ تحمل وامن کے نبوی ارشادات اورواقعات کو پیش کریں۔